مولانا منیر احمد

اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق

زیرِ نظر مضمون ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور کے اپریل/مئی ۷۷ء کے تین شماروں میں بالاقساط شائع ہوا تھا' جسے موجودہ حالات کے تناظر میں' بعض غیر ضروری حصوں کے حذف کے ساتھ' قارئین الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

اسلامی حکومت کے حکمرانوں کو اپنی رعایا کے ساتھ اسلام جس رواداری' حسن سلوک' نرم روی' انصاف پسندی' عدل گستری کا نہایت تاکیدی انداز میں پابند کرتا ہے' اس میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق و امتیاز روا نہیں رکھتا' بلکہ ان کو یہ سبق سکھاتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے اہل اسلام اور غیر اہل اسلام یہودی' عیسائی' ہندو' سکھ' سب پر کھلے رکھے ہیں' ہر ایک کو رزق' ہوا' پانی' روشنی اور آسمان و زمین کی بے شمار نعمتوں سے یکساں استفادے کا حق ہے' کسی کو کسی نعمت سے استفادہ کے حق سے محروم نہیں کیا' اسی طرح جو حکومت قانون الٰہی پر عمل پیرا ہو اس کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اس سنت الہیہ پر چل کر قرآن و حدیث کی روشنی میں عدل پر مبنی ایسا نظام حکومت قائم کرے جس میں مسلم و غیر مسلم کے امتیاز کے بغیر رعایا کے ہر فرد کو بنیادی حقوق اور بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہوں اور اگر کوئی ایسا متعصب اور تنگ ظرف حاکم عہدہ حکومت پر براجمان ہو جائے جو بے شک مسلمانوں کے حقوق تو پورے طور پر ادا کرتا ہے مگر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں تغافل برتتا ہے' ان کی حق تلفی کرتا ہے' ان کو بنیادی حقوق میں مسلمانوں کے مساوی نہ رکھتا ہو تو قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے طرز

عمل کی روشنی میں باوثوق طریقے سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں اور خود مسلم رعایا پر یہ ضروری ہے کہ یا اس حاکم سے اقلیتوں کے حقوق دلوانے کی کوشش کرے یا پھر اس کو حکومت سے الگ کر دے اور اگر مسلم رعایا ایسا نہیں کرتی بلکہ یہ بھی خاموش تماشائی کی حیثیت سے ان کے حقوق کی پامالی کا نظارہ کرتی بلکہ ہے تو یہ حاکم اور اس کی مسلم رعایا دونوں گناہ کی زد میں آجاتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا امتیاز

اسلامی حکومت کا یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو اس کو دیگر غیر مسلم حکومتوں پر فوقیت دیتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی اس رعایا کو جو مذہبی شعائر، قومی رسم و رواج، تہذیب و ثقافت اور نسل و زبان کے اعتبار سے ہر طرح مسلم قوم سے جدا تشخص رکھتی ہے اور ہے بھی اقلیت میں، وہ حقوق عطا کرتی ہے کہ آج کی ترقی یافتہ انسانی خدمت کی دعویدار، غیر مسلم حکومتوں میں شاید وہ حقوق ان کی اپنی ہم قوم و مذہب رعایا کو بھی حاصل نہ ہوں اور اگر کوئی حکومت فیاضی سے کام لے کر اپنی ہم قوم رعایا کو ضروری حقوق دے ہی دے تو اس سے اس حکومت میں قومی خدمت کا جذبہ تو بے شک معلوم ہو جاتا ہے، لیکن انسانی ہمدردی، خیر خواہی، اور انسانی خدمت کے جذبہ کے لیے معیار قومی خدمت نہیں بلکہ وہ طرز عمل ہے جو اس حکومت کا غیر قوموں کے ساتھ ہے۔ اور جب اس معیار پر ایک اسلامی حکومت کا غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھا جاتا ہے تو یقین ہو جاتا ہے کہ اسلامی حکومت کا مقصد صرف حقوق مسلم کی نگہبانی ہی نہیں بلکہ غیر قوموں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر مسلمان کے جان و مال کی قربانی بھی اس کا فرض ہے۔

رعایا کے حقوق

کسی حکومت کی رعایا کے وہ حقوق اور ضروریات جن کا تحفظ حکومت کے ذمہ ہوتا ہے، بلکہ قیام حکومت کا مقصد قرار پاتا ہے، چار چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں: مذہب، جان، مال اور عزت و آبرو۔ ہر حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ رعایا کے مذہب، جان، مال اور

عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اسلامی حکومت بھی اپنی مسلم اور غیر مسلم رعایا کی ان چاروں چیزوں کی محافظ ہوتی ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ انہی چار چیزوں کی حفاظت کرنے کے لیے محکمہ فوج' محکمہ پولیس' محکمہ عدالت' محکمہ مالیات' محکمہ تعلیم' اور محکمہ صحت کا قیام کر کے تقسیم کار کر دی جاتی ہے' تاکہ مکمل طور پر یہ ذمہ داری پوری ہو سکے۔ ہم ذیل میں پہلے اجمالی طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے مذہب' جان' مال اور عزت کی حفاظت سے متعلق قرآن و سنت اور فقہ اسلامی سے ماخوذ اسلامی دفعات پیش کرتے ہیں' اس کے بعد سیرت نبویؐ' عمل صحابہؓ اور تاریخی شواہد سے اس کا تفصیلی ثبوت فراہم کریں گے۔

حفاظت مذہب

۱۔ ان کے مذہب کو پورا تحفظ دیا جائے گا'
۲۔ ان کو مذہبی رسوم کی ادائیگی میں پوری آزادی ہوگی'
۳۔ اپنے بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کے لیے اپنے مکاتب کھول سکیں گے'
۴۔ ان کے مذہب میں عیب جوئی یا طعنہ زنی نہیں کی جائے گی'
۵۔ ان کو اجتماعی طور پر مذہبی تہوار منانے کی اجازت ہوگی'
۶۔ مذہبی تہوار میں مسلم حکومت حتی الامکان ان سے تعاون کرے گی'
۷۔ پادری' رہبان' گرجوں کے پجاری اور ان کے مذہبی پیشوا اپنے عہدوں پر قائم رہیں گے'
۸۔ ان کی عبادت گاہیں نہ منہدم کی جائیں گی' نہ ان کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا'
۹۔ عبادت گاہوں کے بوسیدہ ہو جانے کی صورت میں مرمت کر سکیں گے'
۱۰۔ خاص اپنے شہروں میں بلا اجازت اور مسلمانوں کے شہروں میں باجازت حاکم نئی عبادت گاہیں تعمیر کر سکیں گے'
۱۱۔ مسلمان حاکم ان کی عبادت گاہوں کے لیے جاگیریں وقف کر سکیں گے'

۱۲۔ ان کی عبادت گاہوں کا پورا پورا احترام کیا جائے گا'
۱۳۔ ان کی مذہبی کتابوں کی توہین نہ کی جائے گی'
۱۴۔ تبدیل مذہب پر جبر قابل تعزیر جرم ہوگا'
۱۵۔ ان کو مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں داخلہ کی اجازت ہوگی'
۱۶۔ فیصلہ جات میں ان کو اختیار ہوگا کہ مسلمان قاضی سے یا اپنے مذہبی پیشوا سے فیصلہ کرائیں'
۱۷۔ ان کے مسجد میں داخل ہونے پر پابندی نہ ہوگی۔

حفاظت جان

۱۔ ان کی جان مسلمان کی جان کی طرح محفوظ ہوگی'
۲۔ ذمی کے قتل ہو جانے کی صورت میں قصاص لیا جائے گا'
۳۔ اس کے کسی عضو کو کاٹ دینے کی صورت میں بدلہ ہوگا'
۴۔ ان کی دیت (خون بہا) مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی'
۵۔ جو مسلم رعایا کے لیے حفاظتی انتظامات کیے جائیں گے' ان کے لیے بھی کیے جائیں گے'
۶۔ ان پر کوئی دشمن حملہ آور ہوگا تو مدافعت کی جائے گی'
۷۔ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جانے کی صورت میں اس کی رہائی کی پوری کوشش کی جائے گی'
۸۔ ذمی کو کسی غیر ذمی کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا'
۹۔ ان کو فوجی خدمت پر مجبور نہیں کیا جائے گا'
۱۰۔ ان کو علاج کے سلسلہ میں پوری سہولتیں حاصل ہوں گی'

حفاظت مال

۱۔ ان کا مال محفوظ رہے گا'

۲۔ ان کے تجارتی قافلے اور کارواں محفوظ رہیں گے'
۳۔ ان کی زمین محفوظ رہے گی'
۴۔ تمام چیزیں جو ان کے قبضہ میں تھیں بحال رہیں گی'
۵۔ ان کا کوئی حق جو پہلے سے ان کو حاصل تھا زائل نہ ہوگا'
۶۔ جو ان میں سے نہ کما سکے اور نہ اس کی کفالت کرنے والا کوئی موجود ہو تو بیت المال سے اس کو روزینہ ملے گا'
۷۔ ان کا مارا ہوا حق واپس دلایا جائے گا'
۸۔ ان کو اندرون ملک اور بیرون ملک تجارت کی اجازت ہوگی'
۹۔ ذرائع ترقی میں وہ برابر کے حصہ دار ہونگے'
۱۰۔ انہیں اسلام کی حرام کردہ اشیا' جو ان کے مذہب میں حلال ہیں' اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ ان کے کاروبار اور استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔
۱۱۔ ان کو وہ تمام مالی حقوق حاصل ہوں گے جو اہل اسلام کو حاصل ہونگے'
۱۲۔ ان کا مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا'
۱۳۔ جزیہ (ٹیکس) یا خراج (لگان) جو ان سے لیا جائے گا' اس کے لیے محصل کے پاس خود نہیں جانا پڑے گا'
۱۴۔ ان کی عورتوں' بچوں' بوڑھوں' پاگل' بیمار' معذور' غلام' مریض' تنگ دست' افراد سے جزیہ یا خراج وصول نہیں کیا جائے گا' البتہ یہ لوگ حقوق رعایا میں برابر کے حق دار ہوں گے۔
۱۵۔ ان سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا'۔
۱۶۔ خراج یا جزیہ کی وصولی میں ناروا سختی نہیں کی جائے گی'
۱۷۔ خراج اور جزیہ سال سے پہلے وصول نہیں کیا جائے گا'
۱۸۔ طے شدہ مقدار سے زیادہ وصول نہیں کیا جائے گا'
۱۹۔ ان کی حفاظت نہ کر سکنے کی صورت میں جزیہ واپس کر دیا جائے گا'
۲۰۔ اگر محصل بروقت وصول کرنے کے لیے نہ پہنچا اور اس پر عرصہ گزر گیا تو سابقہ سالوں کا جزیہ ساقط ہو جائے گا'

۲۱۔ مسلمان ہو جانے کی صورت میں جزیہ اور خراج معاف کر دیا جائے گا‘
۲۲۔ جو ذی فوجی خدمت سر انجام دیں گے ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا‘
۲۳۔ ان کے مردہ سے باقی ماندہ جزیہ یا خراج ساقط ہو جائے گا‘
۲۴۔ ذمیوں کے چوپایوں پر کوئی ٹیکس نہ ہوگا‘
۲۵۔ ان کی نقدی‘ سونا چاندی اور زیورات پر کوئی ٹیکس نہ ہوگا‘
۲۶۔ ان پر خراج اور جزیہ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد نہ کیا جائے گا‘
۲۷۔ اپنی ملکیت کے تصرف میں وہ آزاد ہونگے۔

حفاظت عزت

۱۔ ان پر تہمت لگانا قابل تعزیر جرم ہوگا‘
۲۔ ان کی غیبت مسلمان کی غیبت کی طرح حرام ہوگی‘
۳۔ عدالتوں میں مسلم اور غیر مسلم کی حیثیت برابر ہوگی‘
۴۔ ملک و قوم کے وفادار ثابت ہو جانے کی صورت میں مسلم حکام کی صوابدید کے مطابق سرکاری عہدوں پر فائز ہو سکیں گے‘
۵۔ طے شدہ شرائط کی خلاف ورزی نہ کی جائے گی‘
۶۔ ان کو بلند مکان بنانے کی اجازت ہوگی‘
۷۔ ان کا قومی لباس تبدیل نہ کیا جائے گا‘
۸۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا‘
۹۔ جو ان کا نکاح وغیرہ کا معاملہ اپنے دین کے مطابق ہو چکا ہو‘ مگر اسلام کے خلاف ہو تو وہ اسی پر برقرار رہیں گے‘ اگرچہ وہ مسلمان بھی ہو جائیں‘
۱۰۔ اگر کوئی غیر مسلم حکومت اسلامی حکومت کو جزیہ دینا قبول کرے تو ان کی حکومت قائم رہے گی اور مسلمان ان کی ہر طرح حفاظت کریں گے‘
۱۱۔ ان کے ملک میں فوج کشی نہ کی جائے گی‘
۱۲۔ ان سے کسی عام معاشرتی یا اخلاقی جرم کے سرزد ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں کی ذمہ داری ختم نہ ہوگی۔

اسلام کے سنہری دور میں اقلیتوں کے حقوق

شمالی یمن اور مکہ معظمہ کے مشرق میں سات منزل کے فاصلہ پر نجران ایک وسیع ضلع کا نام ہے' جس کی لمبائی تیز سوار کی ایک دن کی مسافت کے برابر تھی اور تہتر بستیوں اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج پر مشتمل تھا (ابن کثیر ص ۷۰' ج ۳)۔ یہاں کئی صدیوں سے عیسائی آباد تھے۔ انہوں نے اپنی مذہبی اور اقتصادی زندگی اچھی طرح منظم کر لی تھی' وہ زراعت اور مختلف قسم کی صنعتوں سے واقف تھے' جیسے پارچہ بافی اور ہتھیار سازی۔ یہاں پر عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا بھی تھا جس کو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے' جن کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عیسائیوں کا کوئی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا۔ یہ کعبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا' جو شخص اس کی حدود میں آجاتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا۔ اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔ (سیرت النبی ج ۲)

۹ یا ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو دعوت اسلام کا خط لکھا' جس کو مفسر ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔ خط ملنے کے بعد نجران کے عیسائیوں کا ایک معزز و موقر وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور نجرانی عیسائیوں کے درمیان جو معاہدہ طے پایا' وہ بقول امام زہری "کسی غیر مسلم قوم کے جزیہ دے کر مسلم حکومت کی رعایا بننے کا سب سے پہلا واقعہ ہے۔ (ابن کثیر ج ا' ص ۳۷۰) اس کی تفصیلی رپورٹ جو مورخین نے دی ہے' وہ اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لیے تحریر کیا۔

۲۔ کیونکہ وہ اس کی حکومت کے ماتحتی قبول کر چکے ہیں۔

۳۔ معاہدہ کی رو سے ان کی تمام مملوکہ اشیا سیاہ و سفید' سرخ و زرد' پھل اور غلام' جو فیصلہ کے وقت ان کی ملکیت میں ہیں' ان کے لیے محفوظ کی جاتی ہیں۔

۴۔ اس شرط پر کہ وہ سالانہ دو ہزار حلے (یعنی چادروں کے دو جوڑے)، ایک ہزار ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں، ادا کرتے رہیں گے۔

۵۔ ہر حلہ کی قیمت ایک کامل اوقیہ (تقریباً" بیس روپے) ہوگی۔

۶۔ حلوں کی کمی بیشی کا حساب اوقیوں سے ہوگا۔ (یعنی دو ہزار اوقیہ کی قیمت کے حلے ہوں خواہ کم یا زیادہ)

۷۔ جو اونٹ، گھوڑے یا زرہیں وہ دیں گے وہ بھی اسی حساب سے لی جائیں گی۔

۸۔ اہل نجران کی ذمہ داری ہوگی کہ میرے فرستادہ ٹیکس وصول کنندہ لوگوں کی بیس دن کی مدت تک مہمانی کریں گے۔

۹۔ یمن میں کوئی سازش یا بغاوت رونما ہو تو وہ ہمیں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہیں عاریتاً دیں گے۔

۱۰۔ میرے فرستادگان کو یہ لوگ جو اشیا عاریتاً دیں گے وہ تا ادائگی ان چیزوں کے ضامن ہوں گے۔

۱۱۔ نجران کے غیر مسلم باشندوں اور ان کے گرد و نواح کے لوگوں کے لیے اللہ و رسول کا ذمہ اور امان ہے۔

۱۲۔ یہ ذمہ و پناہ ان کی جان، مذہب، زمین، مال اور عبادت گاہوں کے لیے ہے۔

۱۳۔ ان کے حاضر و غائب کے لیے، ان کے کارواں اور قاصد کے لیے بھی پناہ ہے۔

۱۴۔ ان تمام مذہبی شعائر میں جن پر وہ اس وقت قائم ہیں، کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

۱۵۔ ان کے حقوق و مذہبی شعار اسی طرح باقی رہیں گے۔ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔

۱۶۔ ان کے سارے مذہبی عہدے باقی رہیں گے۔

۱۷۔ ان کے کسی اسقف (لاٹ پادری) کو اس کے عہدے سے برطرف

نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۔ ان کے کسی راہب کو رہبانیت سے الگ نہ کیا جائے گا۔

۱۹۔ نہ کسی خادم کلیسا کو اس خدمت سے محروم کیا جائے گا۔

۲۰۔ ان مذہبی پیشواؤں کے قبضہ میں جو تھوڑا بہت ہو گا وہ محفوظ رہے گا۔

۲۱۔ ان پر جاہلیت کے زمانہ کے کسی خون یا عہد کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۲۲۔ ان کو فوجی خدمت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۲۳۔ ان سے عشر نہیں لیا جائے گا۔

۲۴۔ ان کی زمین کو کوئی لشکر پامال نہ کرے گا۔

۲۵۔ نہ جزیہ لینے کے لیے ان کو جمع کیا جائے گا' بلکہ محصل خود جا کر وصول کرے گا۔

۲۶۔ کسی حق کے مطالبہ کی صورت میں ان کے ساتھ ایسا انصاف ہو گا کہ نجران میں یہ لوگ نہ ظالم ہوں گے نہ مظلوم۔

۲۷۔ جو ان میں سے سود کھائے گا وہ میری ذمہ داری و امان سے خارج ہو جائے گا۔

۲۸۔ ان میں سے کوئی آدمی کسی دوسرے کے ظلم کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

۲۹۔ ان کے لیے اس امان نامہ میں جو کچھ ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے' اس وقت تک کے لیے کہ اللہ کا حکم آئے۔

۳۰۔ سب خیر خواہی برتیں اور ان حقوق کو ادا کرتے رہیں' جن کا عہد کیا گیا ہے۔

۳۱۔ ان پر کوئی ذرا برابر ظلم و زیادتی نہ ہو گی۔

گواہ شد

۱۔ ابو سفیان بن حرب

۲۔ غیلان بن عمرو

۳۔ مالک بن عوف

۴۔ اقرع بن حابس حنظلی، مغیرہ

(کتاب الخراج ص ۷۲، فتوح البلدان ص ۷۲ و کتاب الاموال بحوالہ اسلام کا نظام امن)

معاہدہ پر ایک نظر

کسی قوم کے بنیادی حقوق چار چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں: مذہب، جان، مال اور عزت، اس معاہدہ میں اہل نجران کی ان چاروں اشیا کی حفاظت کی ضمانت موجود ہے۔ اسلام مسلمان حکمرانوں میں غیر مسلم رعایا کے بارے میں جس دیانت و امانت کو چاہتا ہے، اس کا اندازہ معاہدہ کی شق ۱۸ اور شق ۱۰ سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کی جو چیز عاریتاً لیں اس کی واپسی کی ذمہ داری بھی لیں۔ نہ تو یہ اس چیز کو ضائع کر سکتے ہیں اور نہ واپسی کے وقت ان کو تکلیف دیں گے، بلکہ ان کے ہاں پہنچانے کا خود بندوبست کرنا ہوگا۔ پھر ان کے علاقہ میں جا کر زبردستی ان سے مہمانی نہیں کھا سکتے اور یہ کہ معاہدہ میں مہمانی کا معاملہ طے ہو چکا ہو پھر معاہدہ ہونے کے باوجود مقررہ دنوں میں ان سے کھانا کھا سکیں گے۔ اس کے بعد اپنا انتظام کرنا ہوگا اور ان سے ان کی رضامندی کے بغیر ایک لقمہ کھانا بھی حرام ہوگا۔

چونکہ اس قوم نے اپنے مذہب کے چھوڑنے سے انکار کیا تھا، اس لیے معاہدہ میں ان کے مذہب و مذہبی شعار کی چیزوں کے تحفظ کو دوبارہ دہرایا گیا ہے۔ ان کو عدل و انصاف مہیا کرنے اور ظلم و ستم نہ کرنے کا بھی متعدد بار یقین دلایا گیا ہے۔ ان کی عزت نفس کا اتنا احترام ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے لیے خود ان کو نہیں آنا پڑے گا، بلکہ تحصیل دار خود ان سے جا کر وصول کرے گا اور جزیہ کی وصولی کے بارے میں اتنی نرمی برتی گئی ہے کہ اصل طے شدہ جزیہ تو دو ہزار اوقیہ (چالیس ہزار روپے) سالانہ تھا، مگر ازراہ

سہولت یہ اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں تو اتنی قیمت کے دو ہزار حلے یا اونٹ، گھوڑے اور زرہ میں سے جو میسر ہو سکتے ہیں وہ دے دیں تاکہ نقدی کے نہ ہونے یا کم ہو جانے کی صورت میں جزیہ کی ادائیگی میں ان کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور جو جزیہ کی مقدار مقرر کی گئی ہے، ان کی آبادی اور آمدنی کے مقابلہ میں کوئی زیادہ نہیں۔ کیونکہ نجران کا علاقہ ۷۳ گاؤں پر مشتمل تھا تو اس لحاظ سے ایک گاؤں پر ایک ہزار روپے سالانہ سے بھی کم ٹیکس پڑتا ہے۔ پھر ان سب مراعات و حقوق کی تحریری دستاویز تیار کرنے کے باوجود ان کے مزید اطمینان و اعتماد کے لیے سب سے زیادہ جو وثوق و اعتماد کی چیز ہے، یعنی "اللہ و رسول کی ذمہ داری" اس کی ضمانت دے کر اس پر صحابہ کرامؓ کے دستخط ثبت کرائے جاتے ہیں۔

سال یا چھ ماہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۱۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو نجرانی عیسائیوں کا ایک وفد دستاویز کی توثیق کرانے اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے مدینہ آیا۔ حضرت صدیقؓ نے توثیق کر دی۔ دور فاروقی کے ابتدائی سالوں میں بھی یہی معاہدہ زیر عمل رہا، لیکن کچھ سال بعد ان لوگوں نے عہد شکنی کی:

۱۔ معاہدہ کی رو سے وہ سودی لین دین نہیں کر سکتے تھے، مگر انہوں نے بڑے وسیع پیمانے پر سودی کاروبار شروع کر دیا تھا،

۲۔ اپنی مالی حیثیت مضبوط کرنے کے بعد کافی تعداد میں ہتھیار اور گھوڑے جمع کر کے یمن اور مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کو باوثوق ذرائع سے اس کی اطلاع ہو گئی۔

چونکہ یہ لوگ معاہدہ کے پابند نہ رہے تھے اور اسلامی سلطنت کے دارالحکومت مدینہ منورہ پر براہ راست حملہ کی تیاریوں اور سازشوں میں ملوث تھے، ان کی اسلامی حکومت سے بغاوت و غداری پایہ ثبوت کو پہنچ چکی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ نے نجران اور اس کے آس پاس کے وہی علاقہ کے گورنر۔علیؓ بن منیہ کو حکم نامہ بھیجا کہ ان کو شہر بدر کر دیا جائے یعنی ان کو نجران سے دوسرے شہروں میں منتقل کر دیا جائے۔

حسب الحکم یہ لوگ نجران سے شام و عراق کی طرف منتقل کر دیے گئے، کچھ شام میں جا کر آباد ہوئے اور اکثر عراق کے صوبہ کوفہ کے دیہاتوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ آج اگر کسی حکومت کی ہم قوم و ہم مذہب رعایا کا یہ کردار ہوتا تو وہ اس کو غدار قرار دے کر قتل

یا سزائے موت سے کم کسی سزا پر اکتفا نہ کرتی اور اگر کوئی شخص یہ مطالبہ کرتا کہ ان لوگوں کو صرف شہربدر کر کے چھوڑ دیا جائے تو حکومت کی نگاہ میں اس شخص کی ملکی و قومی وفاداری مشتبہ ہو جاتی اور اس پر حکومت غداروں کی ہمنوائی، پشت پناہی کا فتویٰ صادر کر کے قابل گردن زدنی قرار دے کر ساتھ ہی دھر لیتی، لیکن اسلامی حکومت کے تیسرے سربراہ عمرفاروقؓ کا اپنی باغی غیر مسلم رعایا (جس کے ماضی و حال کے بھیانک کردار سے اچھی طرح واقف ہیں) کے ساتھ طرز عمل بھی دیکھیے جو اقوام عالم کے لیے قابل رشک اور قابل تقلید ہے۔ ان کی اجتماعیت کو ختم کرنے، ان کے اس مرکز و قلعہ کو توڑنے کے لیے صرف دوسرے شہروں میں منتقل کر دینے کی سزا تو تجویز کرتے ہیں، مگر نہ وہ اس جرم کی وجہ سے معاہدہ کو کالعدم قرار دیتے ہیں، نہ قتل کرتے ہیں اور نہ کوئی دوسری اذیت پہنچاتے ہیں۔ پھر معاہدہ شکنی اور اس عظیم جرم کے ارتکاب کی وجہ سے ان کے مذہبی، جانی، مالی حقوق کا تحفظ بھی ضروری نہیں رہا تھا، اور اگر وہ تحفظ نہ کرتے تو نہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوتی اور نہ اصول دنیا کی، مگر اسلامی حکومت کے اس فرمانروا کی فراخدلی، وسعت، حوصلہ، اخلاقی بلندی اور انسانیت نوازی کو سلام کیجیے اور داد دیجیے کہ انہوں نے نجرانیوں کو شام و عراق کی طرف منتقل کرنے کے بعد شام و عراق کے گورنروں کو نہ صرف یہ کہ ان کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی بلکہ ان کے پورے پورے حقوق ادا کرنے کے لیے نہایت تاکید کے ساتھ ہدایات بھیجیں، اور بطور ثبوت و سند کے خود نجرانیوں کو ایک دستاویز لکھ دی تاکہ یہ کسی علاقہ میں جائیں تو یہ دستاویز دیکھ کر وہاں کے گورنر سے حقوق طلبی کر سکیں۔

حضرت عمرفاروقؓ نے شام و عراق کے گورنروں کو اہل نجران کے متعلق اپنے خصوصی ایلچی کے ذریعہ مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں۔ آپ نے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ دستاویز عمر امیر المومنین نے اہل نجران کے لیے لکھی ہے، کہ ان میں سے جو کوئی اپنا گھربار چھوڑ کر چلا جائے گا وہ خدا کی امان میں رہے گا۔ کوئی مسلمان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور اس عہد کا پوری طرح پاس کیا جائے گا جو پیغمبر محمدؐ اور ابوبکر نے ان سے کیا تھا۔ واضح ہو کہ امرائے شام و عراق میں سے جس کے پاس نجران کے عیسائی جائیں گے، وہ ان کو کاشت کے لیے زمین دیں گے، اور جتنی زمین

وہ جوت، بوئیں گے وہ صدقہ لوجہ اللہ اور نجران میں چھوڑی ہوئی اراضی کے عوض ان کی ہو جائے گی، اس کو جوتنے، بونے اور اپنے تصرف میں رکھنے سے کوئی ان کے آڑے نہ آئے گا، اور نہ ان کو کوئی نقصان یا ضرر پہنچائے گا۔ اگر کوئی ان پر ظلم و ستم کرے تو جو مسلمان موقع پر ہو اس کا فرض ہے کہ ان کی حمایت کرے، کیونکہ اسلام نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ نئی جگہ آنے کے چوبیں ماہ تک جزیہ سے بھی ان کو معافی دی جاتی ہے، ان کے ساتھ نہ ظلم کیا جائے گا نہ زیادتی (کتاب الخراج ص ۷۳، بحوالہ حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط ص ۱۱۸)

حضرت عثمانؓ کے دور تک کوفہ سے تقریباً" چالیس میل دور مشرق میں نجرانیوں کی ایک دیہاتی بستی آباد ہو چکی تھی جس کا نام نجرانیہ تھا۔ مقامی طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی، ان کو وہاں سے نکالنے کے لیے مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ سے شکایت کی۔ دوسری طرف ۲۷ ھ میں ایک نجرانی وفد حضرت عثمانؓ سے ملا اور یہ شکایات پیش کیں:

۱۔ یہ ماحول ہمارے موافق نہیں ہے، ہمیں ستایا اور ذلیل کیا جاتا ہے۔

۲۔ ہمارے ہم وطنوں کے بکھر جانے کی وجہ سے اجتماعی آمدنی کم ہو گئی ہے، اس لیے چالیس ہزار روپے فراہم کرنے میں ہمیں دقت ہوتی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے ان کی باتیں پوری توجہ اور ہمدردی سے سنیں اور ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو فرمان بھیجا۔ آپ نے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ خدا عثمان امیر المومنین کی طرف سے ولید بن عقبہ کو سلام علیک!

میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں،

واضح ہو کہ اسقف (بشپ، لاٹ پادری) عاقب اور نجرانیوں کے اکابر، جو اس وقت عراق میں مقیم ہیں، مجھ سے ملے اور اپنی مشکلات کی شکایت کی اور مجھے عمرؓ کی وہ تحریر دکھائی جس میں یمن میں متروکہ اراضی کے عوض نجرانیوں کو عراق اور شام میں اراضی دینے کا حکم دیا تھا۔ تم اس بدعنوانی سے بھی واقف ہو جو مسلمانوں نے

ان کے ساتھ کی ہے۔ ان سب باتوں کے پیش نظر میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس حلے (چھ سو روپے) کی تخفیف کر دی ہے اور میں سفارش کرتا ہوں کہ ان کو وہ اراضی دے دی جائے جو عمرؓ نے ان کو عراق سے دلوائی تھی اور اس کے علاوہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دو کہ ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں' کیونکہ یہ ذی ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ میری ان لوگوں سے پرانی واقفیت بھی ہے' تم وہ تحریر خود بھی دیکھنا جو عمرؓ نے ان کو لکھ دی تھی اور جو وعدہ اس میں کیا گیا ہے اس کو پورا کرنا۔ پڑھنے کے بعد یہ تحریر نجرانیوں کو لوٹا دینا (تاکہ وقت ضرورت ان کے کام آئے) (والسلام) (کتاب الخراج ص ۴۳' بحوالہ حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط ص ۱۳۳)

اسلامی حکومت کے اس چوتھے فرمانروا حضرت عثمانؓ کے عدل و انصاف' رعایا کے درمیان "مساوات" کا اس سے اندازہ کیجیے کہ ان کے پاس مسلمان بھی شکایت پیش کرتے ہیں اور نجرانی عیسائی بھی۔ دونوں فریقوں کا مقدمہ جب سامنے آتا ہے تو عثمان غنیؓ مسلمانوں کی شکایت پر نہ عیسائیوں کو وہاں سے نکالتے ہیں اور نہ عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں سے ترجیحی سلوک کرتے ہیں' بلکہ عیسائیوں کی درخواست سن کر ان کی دستاویز دیکھ کر ان کی مقبوضہ اراضی کو محفوظ کر دیتے ہیں اور جو ابھی تک قبضہ میں نہیں آئی تھی اس کے قبضہ دلانے کے آرڈر بھیجتے ہیں' ان مسلمانوں کی طرف سے کی گئی زیادتی و بدعنوانی کا سدباب کر کے ہمدردی' خیر خواہی اور حسن سلوک کے لیے اللہ و رسول اور مسلمانوں کی ذمہ داری یاد دلا کر ان کے ساتھ اپنی پرانی واقفیت و شناسائی کو بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔